شیخ نیازی

کچھ دن ہوئے میری ملاقات شیخ نیازی سے ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ اُن کی آنکھیں تھیں لیکن کسی کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ کان تھے لیکن کسی کی سنتے نہ تھے۔ زبان تھی لیکن بول نہیں سکتے۔ ناک تھی لیکن خوشبو میں اور بدبو میں فرق نہ کر پاتے تھے۔ ہاتھ پاؤں تھے لیکن چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے دوستی ایسی ہوئی کہ ان کے بغیر مجھے چین نہیں۔ گو اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا نہ یہ بات کبھی ذہن میں آئی کہ خود شیخ صاحب کا میرے بارے میں کیا خیال تھا۔

شیخ صاحب کو کھانے پینے کا بڑا شوق ہے۔ اگر روک تھام نہ کی جائے تو یہ کھانے پر کبھی ترس نہ کھائیں اس لیے اُن کو بے تک اور بے تکان کھانے پینے سے باز رکھا جاتا ہے۔ کوئی اور ہو تو اس سلوک سے اس درجہ ناراض ہو کہ تمام عمر میرا منہ نہ دیکھے۔ لیکن شیخ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ دُنیا میں ہر چیز کھانے پینے کے لیے بنائی گئی ہے چاہے وہ مار پیٹ ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ کی شکل وصورت بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ تربوز جیسا سر، ہونٹ موٹے موٹے جیسے تنّوری روٹی کے کنارے، ناک چھوٹی، گاجر کی مانند،

دہانہ ایسا کہ مسکرائیں بھی تو باچھیں کانوں تک پہنچ جائیں اور رونے میں اسے کھول دیں تو خاصا بڑا ٹماٹر منہ میں آجائے۔ آواز ایسی پاٹ دار کہ ایک ہی نعرے میں چرند، پرند تک چونک پڑیں اور اِدھر اُدھر دُبکنے لگیں۔ لمبے چوڑے زیادہ، نہ سردی کی خوشی نہ گرمی کا غم۔ آنکھیں نڈر اور بہت بڑی۔ ایک بار ایک صاحب نے بہت قریب سے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ شیخ آنکھ تو کیا جھپکاتے ٹارچ کی طرف اس طرح دیکھتے رہے گویا وہ بھی کھانے کی کوئی چیز تھی لیکن ذرا دُور تھی۔

شیخ صاحب کو اچھّا پہننے اوڑھنے کا بالکل شوق نہیں۔ اکثر دوسرے بھائیوں کا کپڑا اُلٹا سیدھا پہنا دیا جاتا ہے تو اسی میں مگن رہتے ہیں۔ لوگ چڑاتے یا طعنہ دیتے ہیں کہ فلاں بھائی یا بہن کی اُترن ہے تو اُن کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہتے ہیں "اُترن کیا؟ یہ تو صدری ہے۔ خود امّاں بی نے پہنائی ہے۔"

عمر کے ساتھ شیخ صاحب کی عقل اور لمبائی چوڑائی بھی بڑھ گئی ہے۔ آواز اور زیادہ پاٹ دار ہو گئی ہے۔ ابھی یہ اتنا لکھ پڑھ نہیں پائے ہیں کہ اُن کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اسے خود پڑھ سکیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں نے ان کی جو باتیں اِدھر اُدھر لکھیں، اُس کو اُن کے بہن بھائی کچھ اس طرح نمک مرچ لگا کر سُناتے ہیں کہ یہ جامے سے باہر ہو جاتے ہیں۔